ائمہ وخطبا کی مشکلات، مسائل اور ذمہ داریاں

الشریعہ اکادمی گوجرانوالہ کے زیر اہتمام سیمینار۔۱

ڈاکٹر حافظ سمیع اللہ فراز (خطیب جامع مسجد ٹی بلاک، DHA، لاہور)

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد

محترم علماء کرام اور حاضرین محترم!

الشریعہ اکیڈمی اپنی روایات کو برقرار رکھتے ہوئے اس اہم ترین مذہبی اور معاشرتی مسئلہ پر سیمینار منعقد کرانے پر مبارکباد کی مستحق ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے منتظمین کو اور معاونین کو اجر عظیم سے نوازے۔

مجھ سے ایک ہفتہ قبل میرے بھائی محترم عمار خان ناصر نے ارشاد فرمایا کہ آپ جس جگہ پر خطابت کی ذمہ داریاں انجام دے رہے ہیں، وہ سوسائٹی اور وہ علاقہ باقی علاقوں سے کئی لحاظ سے منفرد ہے۔ لامحالہ وہاں کے مذہبی مسائل یا وہاں کی مساجد کا ماحول، اس کا جو آپ تجربہ رکھتے ہیں، وہ ہمارے حاضرین کے ساتھ، امہ اور خطبا کے ساتھ شیئر کریں تاکہ کچھ سیکھنے کا موقع بھی ملے اور جو ائمہ کی ذمہ داریاں ہیں، عملی بنیادوں پر اس کا کوئی حل بھی ہمارے سامنے آئے۔ چنانچہ اس حوالے سے میں اپنی معروضات کو دو حصوں میں تقسیم کرتا ہوں۔ پہلا یہ کہ جس ادارے میں، میں خطابت کی ذمہ داریاں سرانجام دے رہا ہوں، اس کا نظم ونسق کیا ہے۔ جب میں تفصیل سے بیان کروں گا تو یقینی طور پر بہت سی چیزیں عام سوسائٹی سے ہٹ کر وہاں نظر آئیں گی اور جو ہمارے منتظمین حضرات ہیں، ان کے لیے بھی بہت سے اصول ان تفصیلات کے اندر موجود ہیں۔ دوسری چیز جو آج کی نشست کا عنوان ہے، وہ ہے ائمہ حضرات کی مشکلات۔ بہرحال ان مشکلات اور ان کے حل کی طرف بھی ہم کچھ توجہ دیں گے۔

حضرات محترم!

(DHA) لاہور (ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی) یہ پاکستان آرمی کے ماتحت ایک بااختیار ادارہ ہے۔ اس ادارے کا بنیادی مقصد اپنے رہائشیوں کو عالمی سطح کی رہائشی سہولیات فراہم کرنا ہے، لیکن ظاہر بات ہے کہ مسلم سوسائٹی کے اندر کوئی بھی کالونی، کوئی بھی رہائشی ادارہ بنے گا تو مساجد تو مسلم معاشرے کا ایک اہم حصہ ہیں چنانچہ اپنے قیام سے لے کر آج تک گزشتہ پچیس برسوں سے ہمارے ہاں ڈی ایچ اے (DHA) لاہور میں مساجد کا ایک منظم اور مستحکم شعبہ ہے جو اپنے رہائشی خواتین و حضرات کی دینی اور روحانی ضروریات کو پورا کر رہا ہے۔ اس وقت ہمارے ہاں کل ستائیس

مساجد تعمیر ہو چکی ہیں جن میں سے چار جامع یعنی بڑی مساجد ہیں اور باقی تئیس سیکٹر یعنی محلے کی مساجد ہیں۔ تفصیلات اور خصوصیات میں عرض کرتا ہوں۔

ایک چیز جس کی بنیاد پر (DHA) کا پورے کا پورا مذہبی ماحول کھڑا ہے اور شعبہ مساجد کام کر رہا ہے، وہ ایک جملہ ہے: ''مسجد تمام مسلمانوں کے لیے ہے''۔ ہمارے ہاں جو روایتی کلچر ہے مساجد کا، اس سے ذرا ہٹ کر ہمارے ہاں ہر مسجد ہر مسلمان کے لیے ہے۔ مثلاً ہمارے ہاں مساجد کے نام متعین نہیں ہیں۔ جامع مسجد رضوی قادری نہیں ہے، جامع مسجد حنفی مدنی نہیں ہے، کسی مسجد کا کوئی نام نہیں ہے۔ ہمارے ہاں مساجد منسوب ہیں محلے یا سیکٹر کے ساتھ، مثلاً جامع مسجد فیز ۱، جامع مسجد فیز ۲، جامع مسجد سیکٹر۔ یوں ہمارے ہاں کسی مسجد کا کوئی نام نہیں ہے، اس لیے کہ ہمارے لوگ پہلے سے ہی تقسیم شدہ ہیں۔ جونہی کسی علاقے میں کوئی نئی مسجد بنتی ہے، وہ لوگوں کے درمیان اجتماعیت کی بجائے ایک اور تقسیم کی بنیاد رکھتی ہے، چنانچہ یہ وحدت امت کا ایک عالمی تصور ہم نے وہاں رائج کرنے کی کوشش کی ہے کہ مسجد تمام مسلمانوں کے لیے ہے۔ جن کو ہم مسلمان یعنی اہل سنت والجماعت کہتے ہیں، سب کو مسجد میں داخلہ کی اجازت ہے۔ اسی طرح ہمارے ہاں جو ائمہ اور خطبا کا تقرر ہوتا ہے، وہ بھی روایتی طرز سے ذرا ہٹ کر ہوتا ہے۔ عام طور پر ائمہ وخطبا کا تقرر کسی ذاتی تعلق یا کسی کی سفارش پر یا جو وہاں کی منتظمہ کمیٹی ہوتی ہے، اس کی صواب دید ہے کہ وہ جس مولوی کا چرچا سنیں یا اس کی خصوصیات ان کے سامنے ہوں، اس کو وہاں پر متعین کرتے ہیں۔ (DHA) لاہور میں ایک با قاعدہ پروسیجر ہے، پورا ایک نظم ہے ائمہ اور خطبا کی بھرتی کے لیے۔ مثلاً ہمارے ہاں جتنی جگہیں خالی ہوتی ہیں یا جتنے افراد ہمیں مطلوب ہوتے ہیں، ان کے لیے مشہور اخبار میں اشتہار دیے جاتے ہیں۔ اشتہار دیکھ کر جو درخواستیں ہمارے پاس موصول ہوتی ہیں، ان درخواستوں کا جائزہ لیا جاتا ہے، سندات چیک کی جاتی ہیں، ان کے وفاقوں اور ان کی یونیورسٹیوں سے ان کی سندیں چیک ہوتی ہیں۔ پھر جو امیدوار اہل قرار پاتے ہیں، جو شخص مسلسل آٹھ سال کا درس نظامی پڑھ کر نہیں آیا، اس کے اندر وہ علمی پختگی ہو ہی نہیں سکتی، اس کے مقابلہ میں جو آٹھ سال پڑھتا رہا، آٹھ سال کا درس نظامی اور اس کے علاوہ کسی بھی یونیورسٹی سے ایم اے کی سند ہونا کسی بھی مضمون میں ایم اے کا ہونا ضروری ہے، جبکہ موذن اور خادم کے لیے میٹرک اور حفظ وتجوید، یہ اس کے لیے لازم ہے، چنانچہ جب درخواستیں ہمارے پاس آ جاتی ہیں تو پھر ان امیدواران کو ہم تحریری امتحان کے لیے لکھ دیتے ہیں کہ فلاں دن آپ کا تحریری امتحان ہوگا۔ یہ تحریری امتحان دورۂ حدیث اور ایم اے کو ملا کر بنایا جاتا ہے، وہ آسان نہیں ہوتا۔ جو قابل علماء کرام ہوتے ہیں، وہ ہی اس میں کچھ نمبر حاصل کر پاتے ہیں، ورنہ اکثریت علماء کرام کی جو گزر کر آئے ہوتے ہیں، وہ ہمارا ٹیسٹ پاس نہیں کر پاتے۔

اس تحریری امتحان کو پاس کر لینے کے بعد وہیں پر اسی نشست کے بعد حفظ وتجوید کا امتحان ہوتا ہے۔ ہمارے ہی ڈیفنس کے جو مستند علماء کرام ہیں، وہ تجوید اور حفظ کا امتحان لیتے ہیں۔ ان دو مرحلوں میں جو حضرات پاس ہوتے ہیں، ان حضرات کی لسٹ عصر کے وقت دفتر کی طرف سے آویزاں کر دی جاتی ہے اور اس سے اگلے روز ان دونوں مرحلوں سے پاس شدہ امیدواران کو ہم انٹرویو کے لیے بلاتے ہیں۔ اس انٹرویو پینل میں تین حاضر سروس فوجی آفیسر ہوتے ہیں اور دو علماء کرام۔ ان پانچ لوگوں کا بورڈ ہوتا ہے جو ایک ایک کر کے ان کا انٹرویو کرتا ہے۔ ان کی علمی، فنی، شخصی قابلیت دیکھتے

ہیں۔ اگر وہ اپنے انٹرویو پینل یا ان حضرات کو مطمئن کر دیں تو اس کے بعد ان کا انتخاب ہو جاتا ہے، لیکن وہ انتخاب مشروط ہوتا ہے کہ ہمارے ادارے کے جوائنٹ منسٹر جو بریگیڈیئر صاحب ہیں اور وہ بھی دینی ذہن والے ہوتے ہیں، آخری مرحلے پر وہ انٹرویو کرتے ہیں۔ کسی بھی مرحلے پر کوئی کمی محسوس کی جائے تو اس امیدوار کا انتخاب منسوخ کیا جا سکتا ہے۔ اس پورے پروسیجر میں کہیں بھی کوئی رشوت نہیں لی جاتی، کہیں پر کوئی سفارش یا ذاتی تعلق کام نہیں آتا حتیٰ کہ جو پیپر تحریری طور پر لیے جاتے ہیں، ان پر بھی رول نمبر لکھا جاتا ہے، نام نہیں لکھا جاتا اور اس وقت جو تمام علماء کرام ڈیوٹی پر موجود ہوتے ہیں، ان کو اپنا موبائل فون اپنے پاس رکھنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ یوں اس پورے نظام اور اس پوری ترتیب کے بعد جو علماء کرام ہمارے پاس منتخب ہو کر آتے ہیں، وہ الحمد للہ ہر لحاظ سے قابل ہوتے ہیں۔

اب جب کسی کا انتخاب ہو جاتا ہے تو ان ائمہ وخطبا کو ان کے فرائض منصبی تحریری طور پر لکھ کر دیے جاتے ہیں کہ امام صاحب! آپ نے یہ یہ کام کرنے ہیں۔ بائیس نکات ہیں جن کی پابندی ہر امام وخطیب کے لیے لازمی ہے۔ مثلاً اس کے اندر سب سے بنیادی چیز جس کو بہت حساسیت کا معاملہ قرار دیا جاتا ہے، وہ یہ ہے کہ مسجد میں غیر فرقہ وارانہ ماحول کو قائم کرنا، کسی بھی قسم کی جانبداری یا کسی بھی لحاظ سے مسلکی وابستگی کا اظہار، خاص قسم کا عمامہ یا خاص قسم کے کلمات جن سے فرقہ واریت یا جانبداری جھلکتی ہو، اس پر پابندی ہے۔ اس کے فوائد میں عرض کرتا ہوں۔ میں الحمد للہ نصرت العلوم سے فارغ ہوں، میری ساری تعلیم وہاں سے ہے، مولانا زاہد الراشدی صاحب خصوصی شفقت فرماتے ہیں۔ میرا سارا گھرانہ الحمد للہ علماء دیوبند سے وابستہ ہے اور انہی سے وابستگی کو ہم اپنی سعادت سمجھتے ہیں، لیکن حالات اور ماحول کے کچھ تقاضے ہوتے ہیں۔ میرے خیال میں جو روایتی ہمارا ماحول ہے جہاں پر پہلے ہم رہے ہیں اور جو دوسرا ماحول ہے جہاں پر جا کر ہم نے یہ دیکھا کہ کسی مسلکی وابستگی کو عوام الناس کے سامنے ظاہر نہ کیا جائے تو اس کے زیادہ فوائد ہوتے ہیں۔ اس کی مثال میں عرض کرتا ہوں۔ ائمہ مساجد کو جو فرائض منصبی دیے جاتے ہیں، ان میں سب سے مقدم چیز یہ ہوتی ہے کہ آپ مسجد کے غیر فرقہ وارانہ ماحول کو برقرار رکھیں، نماز پنجگانہ کی آپ امامت کرائیں۔ اسی طرح نماز عیدین، تراویح، جمعۃ المبارک کے خطبات آپ دیں گے اور مساجد کے انتظام، ان کی صفائی کی نگرانی اور نمازی حضرات کے ساتھ مثالی اخلاقی رویہ رکھیں اور صبر وتحمل کا ہر وقت اظہار، پاک وصاف اور شرعی لباس ہر وقت زیب تن رکھنا، نکاح وغمی کی تقریبات جو محلے کے اندر ہوں، ان کے اندر شرکت کرنا، یہ امام وخطیب کے فرائض منصبی تحریری طور پر ہمارے ہاں دیے جاتے ہیں۔ اسی طرح ہمارے ہاں (DHA) لاہور میں جو جمعہ کے خطبات ہوتے ہیں یا جو عیدین کے خطبات ہوتے ہیں، وہ بھی ایک باقاعدہ ترتیب کے بعد ایک نظم کے بعد Deliver ہوتے ہیں اور عوام الناس کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں جس کا انتظام شاید ہی کہیں ہوتا ہو۔ مثلاً قمری سال کے آخری مہینے میں پانچ علماء کرام پر مشتمل ایک کمیٹی بنا دی جاتی ہے۔ وہ کمیٹی باقی تمام علماء کرام سے تجاویز لیتی ہے کہ اگر آپ کو خطبہ لکھنے کو کہا جائے تو آپ کا تحقیقی دلچسپی کا عنوان کیا ہے؟ ان سے تجاویز لے کر ہر سال کے ۵۴ خطبات، عیدین سمیت محرم شروع ہونے سے پہلے ترتیب دیے جاتے ہیں۔ ان کے عنوانات اور ان کے مرتب کرنے والے حضرات، اس کی ایک فہرست بنا دی جاتی ہے اور وہ فہرست تمام ائمہ میں تقسیم کر دی جاتی ہے۔ ہر خطیب صاحب سال میں تقریباً تین خطبے لکھتے ہیں، بعض

کے حصے میں دو آتے ہیں۔ لکھنا خطیب صاحب نے ہے، وہ اپنی تحقیق کرنے لائبریری میں جائیں، کتابیں کھنگالیں، جہاں سے بھی تیار کریں۔ وہ خطبہ لکھنا کیسے ہے؟ اس کا بھی فارمیٹ یا اس کا انداز وہ ائمہ کرام کو پہلے سے تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ لکھائی کا اتنا سائز ہو، اتنی لائنیں ہوں، اتنے صفحے ہوں، وہ سب کے علم میں ہوتا ہے۔

خطیب صاحب نے جب خطبہ ترتیب دے دیا تو وہ اپنی مرکزی مسجد کے خطیب اعلیٰ کے پاس جائیں گے۔ مثلاً ہمارے ڈیفنس کے اندر آباد پانچ فیز ہیں اور ہر فیز کے اندر کئی سیکٹر، کئی محلے ہیں۔ میں فیز ٹو کا نگران ہوں اور میرے ماتحت آٹھ مساجد ہیں۔ ان آٹھ مساجد کے خطیب صاحب اپنا خطبہ تیار کر کے میرے پاس آتے ہیں۔ میں اس کو اپنی نظر سے یعنی اصلاح سے بھرپور تنقیدی نظر سے دیکھوں گا اور جہاں پر کوئی کمی دیکھوں یا کوئی قابل اصلاح چیز دیکھوں، وہیں پر لکھ دیا۔ اگر زیادہ تبدیلی ہے تو خطیب صاحب سے کہا جائے گا کہ اس کو یوں کر کے لائیں۔ اگر گزارا ہے تو پھر میں اپنے تاثرات لکھ کر جو ڈائریکٹر دینی امور ہیں، ان کے پاس بھیج دوں گا۔ ہمارے جو ڈائریکٹر دینی امور ہیں، وہ الحمد للہ جامعہ بنوری ٹاؤن سے فارغ ہیں اور ساتھ ساتھ آرمی سے بریگیڈیئر فارغ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو دونوں شانیں دی ہیں۔ انتہائی علمی شخصیت ہیں۔ وہ اس کو دیکھیں گے اور پھر اس پورے نظم سے گزرنے کے بعد ستائیس مساجد کے علماء کرام کے پاس اس کی فوٹو کاپی پہنچ جائے گی۔ خطبہ deliver ہونے سے، اس جمعہ سے تقریباً ایک ہفتہ پہلے خطیب صاحب اس کو اپنے طور پر پڑھیں گے۔ ہمارے ہاں ہر ہفتے تمام خطباء کرام کے تقریباً دو اجلاس ہوتے ہیں اور ہر اجلاس کے اندر شعبہ مساجد کا تمام عملہ موجود ہوتا ہے۔ خطیب صاحب (تمام خطبا) ہفتے میں سوموار کے روز آتے ہیں۔ نو سے لے کر ساڑھے دس تک ہماری میٹنگ ہوتی ہے۔ اس میں ہر خطبہ لفظ بلفظ پڑھا جاتا ہے۔ اس کو پڑھنے کے بعد تمام علماء کرام جہاں بھی مناسب سمجھیں، تجویز دے سکتے ہیں کہ یہاں پر یہ ہونا چاہیے یا اس فقہی مسئلے کے اندر یہ تفصیلات ہیں، اس کو یوں ہونا چاہیے۔ ڈائریکٹر دینی امور تمام علماء کرام کی موجودگی میں اگر وہ رائے درست ہو تو اس کو بھی ساتھ درج کر دیا جاتا ہے۔ یوں سوموار کے دن اس خطبے کا صحیح طور پر تنقیدی جائزہ ہوتا ہے۔

جمعرات کے دن نو سے لے کے ساڑھے دس تک دوسری بار تمام علماء کرام اسی جگہ اکٹھے ہوتے ہیں اور ایک خطیب صاحب اور ایک مؤذن صاحب اس خطبہ کو اسی طرح بیان کرتے ہیں جس طرح انہوں نے کل جمعہ کو لوگوں کے سامنے بیان کرنا ہوتا ہے۔ ہمارے ہاں پچیس سے تیس منٹ کا جمعہ کا خطبہ ہوتا ہے اور وہ پورا وقت ان کو دیا جاتا ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں، اس کے بعد جو سامعین علماء کرام بیٹھے ہیں، ان کو کہا جاتا ہے کہ آپ ان کے خطبہ پر تبصرہ کیجیے۔ انہوں نے کہاں پر تلفظ کی غلطی کی ہے، کہاں پر ان کے بیان میں زور نہیں رہا اور کس چیز کو کیسے بیان ہونا چاہیے تھا۔ تمام علماء کرام کو فری ہینڈ ہے کہ وہ آزادانہ طور پر اپنا تبصرہ دے سکیں اور الحمد للہ ہمارے علماء کرام اسے وسعت قلبی کے ساتھ سنتے ہیں۔ یوں جہاں پر ہمارے جمعہ کا خطبہ پورے ہفتہ کے دوران تیار ہو رہا ہے، وہیں پر تمام خطباء کرام ستائیس خطبا، پانچ نائب خطبا ہمارے ہاں تقریباً ۱۶۵ افراد کے قریب مساجد کا عملہ ہے، ان لوگوں نے جہاں ہفتے میں دو بار ایک دوسرے کو ملنا ہے، جہاں پر خطبہ کی تیاری ہو رہی ہے، وہیں پر ان کا آپس کا جو ربط و تعلق ہے، وہ پروان چڑھ رہا ہے۔

ہمارے ہاں ڈیفنس کے اندر چار سال کے اندر چار بڑے اجتماع ہوتے ہیں۔ جمعہ اور عیدین کے علاوہ، مثلاً

ہر مہینے ایک اصلاحی بیان ہوتا ہے۔اس اصلاحی بیان میں جو اصلاحی عنوانات ہوتے ہیں عوام کے فائدے کے لیے ان کو منتخب کیا جاتا ہے کہ ایک عام آدمی کا مسئلہ کیا ہے۔ایک عام آدمی کو مسجد کے آداب کا پتہ ہونا چاہیے، ایک عام آدمی کو اپنی دکان، اپنے دفتر میں بیٹھے ہوئے اپنی تجارت میں کن اسلامی اصولوں کا خیال رکھنا چاہیے، یعنی ہمارے جو معاشرتی مسائل ہیں، ہم ان کو فوکس کرتے ہیں اور ہر مہینے میں ایسی مجلس قائم ہوتی ہے اور اس کی ترتیب بھی سال کے شروع میں طے کر دی جاتی ہے کہ یہ علماء کرام ان عنوانات پر فلاں مسجد میں خطاب فرمائیں گے اور ہمارا یہ دورانیہ مغرب سے عشا تک ہوتا ہے۔ یہ کچھ خصوصیات ہیں جو میں نے آپ حضرات کے سامنے عرض کیں۔ ہمارے ہاں جو نظم ونسق چل رہا ہے، اس کی وجہ سے لاہور کی اکثر رہائشی کالونیوں نے ہم سے رابطہ کیا، مثلاً گرین سٹی، بحریہ ٹاؤن، پیراگاؤن سٹی، لیک سٹی وغیرہ یہ بڑے بڑے رہائشی منصوبے ہیں جنہوں نے ہمارا پورے کا پورا مساجد کا نظام اٹھا کر اپنی مساجد میں نافذ کر دیا ہے۔ میں آپ سے یہ عرض کر رہا ہوں کہ ہم جو دینی طبقے سے تعلق رکھنے والے لوگ ہیں، ہمیں فرقہ واریت اور اس تقسیم کی سنگینی کا شاید اتنا احساس نہ ہو جتنا کہ ایک عام آدمی کو ہے یا جو خصوصی طور پر شہروں میں آباد ہیں یا جو اچھی کالونیوں کے اندر رہنے والے ہیں وہ جس قدر حساس ہوتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ ہم مولوی کی لڑائی میں نہ پڑیں۔ چنانچہ وہ شروع سے ہی اس بات کو یقینی بناتے ہیں کہ ہم کوئی ایسا نظام یہاں پر نافذ کریں کہ جو کسی بھی قسم کی فرقہ واریت اور مسلکی تعصب سے پاک ہو۔

یہ تفصیل تو میں نے عمار ناصر صاحب کے حکم پر عرض کر دی کہ شاید بہت ساری قابل تقلید چیزیں اور اصول ہیں، وہ علما اخذ کر سکیں۔ اب جو ہماری آج کی نشست کا عنوان ہے اور میری گفتگو کا جو دوسرا حصہ ہے، وہ یہ ہے کہ جو ہمارے دیگر علاقے یا دیگر شہر ہیں، وہاں جو موجود مساجد ہیں، ان کے ائمہ کے کون کون سے مسائل اور مشکلات ہیں اور ان کا حل کیا ہے جس کے لیے ہماری یہ آج کی نشست منعقد کی گئی ہے۔ ائمہ اور خطبا کے چھوٹے بڑے تمام مسائل کو تقسیم کیا جائے تو وہ تین طرح کے ہیں۔

۱۔ سب سے پہلے مولوی صاحب کا انتظامی مسئلہ ہے۔

۲۔ دوسرے امام صاحب معاشی طور پر پریشان ہیں۔

۳۔ تیسرے جو ائمہ اور خطبا کو مسائل درپیش ہیں، وہ علمی مسئلے ہیں۔

ائمہ اور خطبا کے جتنے مسائل ہیں، وہ ان تین اقسام کے اندر آ جاتے ہیں۔

اب میں آپ کو جہاں کی بات سنا رہا ہوں، وہاں ایک بااختیار اتھارٹی ہے، ایک ادارہ ہے جو فوجیوں کے تحت چلتا ہے اور فوجی اپنی بات منوانا جانتے ہیں۔ ان کے پاس ایک ایسا نظم ہے کہ ہر ایک کو اس کے اندر چلنا پڑتا ہے۔ میں یہاں پر یہ عرض کروں گا کہ انتظامی طور پر سب سے بڑی ضرورت ہے خود احتسابی کی۔ امام نے خود کو ٹھیک رکھنا ہے۔ عام آبادیوں میں تقرر جیسا کہ میں عرض کیا کہ کسی ذاتی تعلق کی وجہ سے ہوتا ہے، کسی کمیٹی کو کوئی صاحب پسند ہوتے ہیں یا کسی کی شہرت سنی ہوتی ہے، ان کو بلا لیتے ہیں کہ آپ ہمارے ہاں خدمت سرانجام دیں یا اس طرح کے ذرائع سے کسی کا تقرر کسی کی مسجد میں ہوتا ہے اور دیکھنے میں یہ آیا ہے کہ اکثر ائمہ حضرات اپنی کمیٹی سے یا منتظم فرد سے نالاں نظر آتے ہیں۔

ہر چند کہ تمام کمیٹیاں ایسی نہیں ہیں، کچھ لوگ ہیں، لیکن بہر حال یہ شکایات موجود ہیں۔ اب کمیٹی کو امام صاحب سے یہ شکایت ہے کہ امام صاحب اپنے فرائض منصبی سے غفلت برت رہے ہیں۔ امام صاحب کو کمیٹی سے شکایت ہے کہ ان کو جو اختیارات ہیں، وہ ان کا ناجائز استعمال کر رہے ہیں۔ یوں دونوں کی شکایت ایک دوسرے سے ہے اور میں یہ عرض کروں کہ دونوں کی شکایت ایک دوسرے سے بجا ہے۔ امام صاحب بھی اپنے فرائض منصبی سے غفلت برتتے ہیں، الا ماشاء اللہ اور کمیٹی والے بھی اپنے اختیارات کا ناجائز استعمال کرتے ہیں، الا ماشاء اللہ۔ اس کا مناسب حل جو میں سمجھتا ہوں، وہ یہ ہے کہ جب بھی کسی امام اور خطیب صاحب کا تقرر ہونے لگے تو کمیٹی کے ذمہ دار افراد کے ساتھ بیٹھ کر اپنے فرائض منصبی اور ان کے اختیارات ان دونوں چیزوں کو تحریری صورت میں لایا جائے۔ امام صاحب اپنے فرائض منصبی بھی ان سے لکھوالیں اور ان کے اختیارات بھی ان سے لکھوائیں۔ پھر اس کے بعد اپنے فرائض منصبی کی پاسداری کی جائے اور اس کے بعد جن کو اختیارات ہیں، ان کو بھی پتہ ہوگا کہ ان کے اختیارات کہاں تک ہیں اور کہاں تک نہیں ہیں۔ یہ ہوتا ہے کہ کچھ عرصہ بعد امام صاحب سے شکایات بڑھتی ہیں تو کمیٹی کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ آپ یہ نہیں کرتے، آپ یہ نہیں کرتے۔ جب ایک چیز لکھی ہوئی ہوگی کہ امام صاحب کو یہ کرنا ہے اور یہ نہیں کرنا تو امام اسی پابندی کے اندر رہ کر اپنی مصروفیات ترتیب دیں گے۔ اپنے فرائض منصبی کے علاوہ وہ اسکول میں جا کر بھی پڑھائیں، اپنی دکان میں بھی جا کر بیٹھیں، کسی کو کوئی اعتراض بھی نہیں ہوگا، اس لیے کہ امام صاحب اپنے فرائض منصبی کو پورا کر رہے ہیں۔

دوسرے قسم کے معاشی مسائل، یہ انتہائی سنگین مسائل ہیں۔ اب تنخواہ کا کم ہونا ہر مولوی صاحب کو یہ شکایت ہے۔ اس تنخواہ کی کمی کو پورا کرنے کے لیے کسی اسکول یا اکیڈمی کو جوائن کرنا، بھئی بچوں کا پیٹ بھی پالنا ہے، گھر کا سرکل بھی چلانا ہے، پانچ چھ ہزار جو مسجد والے دے رہے ہیں، اس میں خرچ پورا نہیں ہو رہا۔ لامحالہ طور پر وہ دوسری سرگرمیوں کو منتخب کرے گا اور ان میں مشغول ہوگا۔ اب ان معاشی مصروفیات کی وجہ سے اس کے فرائض منصبی میں سستی آتی ہے تو پھر کمیٹی کے ساتھ اختلافات اور نتیجہ امام صاحب کی رخصتی۔

میرے محترم علماء کرام! اگر ہم معاشیات کے اصول کو دیکھیں تو معاشیات میں کسی چیز کی ویلیو بڑھانے کے لیے دو کام کیے جاتے ہیں۔ پہلا کام یہ طلب اور رسد یعنی ڈیمانڈ اور سپلائی کے اندر قدرتی ایک ربط ہوتا ہے۔ اس میں آپ بہت زیادہ فرق ڈال دیں تو قیمت گر جاتی ہے۔ سادہ مثال ہے کہ چینی مارکیٹ میں نہ ہو تو وہ بہت زیادہ مہنگی ہوگی اور جب مارکیٹ میں بہتات ہوگی تو چینی سستی ہوگی۔ اب یا تو علماء کرام مارکیٹ میں آنا یا مسجدوں میں آنا بند ہو جائیں یا شارٹ ہو جائیں کہ مدارس سے کوئی ایسی کھیپ نہیں کہ مسجدیں خالی پڑی ہیں تو پھر علما کی مانگ میں اضافہ ہوگا۔ یہ ہو نہیں سکتا۔ الحمد للہ ہمارے ہاں علماء کرام کی بہتات ہے اور یہ ہمارے معاشرے پر اللہ کا فضل ہے۔ اب یہ تو نہیں ہو سکتا کہ ہم علماء کرام کی سپلائی روک دیں۔ دوسرا اصول مارکیٹ کا یہ ہے کہ جو چیز ہم مارکیٹ میں دے رہے ہیں، اس کا معیار اور کوالٹی ہم بہتر کر دیں کہ خریدنے والا کہے کہ یہ چیز اگر مجھے دس ہزار روپے میں بھی لینی پڑے گی تو میں لوں گا۔ جو امام اور خطیب معاشرے کے اندر عملی میدان میں آ رہے ہیں، ان کا معیار اور کوالٹی اتنی اعلیٰ ہو کہ کمیٹی والے افراد اور دوسرے لوگ یہ کہیں کہ اگر یہ امام صاحب بیس ہزار بھی مانگیں تو ہم ان کی علمی، شخصی اور ذاتی قابلیت کی

وجہ سے ان کو تیس ہزار دینے کو بھی تیار ہیں۔ یہ دو ہی راستے ہیں اپنی مانگ بڑھانے کے۔ پہلا حرام ہے اور دوسرا شریعت نے ہمارے لیے جائز کیا ہے کہ ہم علماء کرام اور خطباء کرام اپنی مانگ میں خود اضافہ کریں۔ اپنی علمی، شخصی، اخلاقی قابلیت لوگوں کو مجبور کر دے کہ وہ ہم کو منہ مانگے دام دیں۔ پھر ہی ہمارے معاشی مسائل حل ہوں گے۔ اس کے لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمارے ہاں تقریباً ستر فیصد علماء کرام جو ائمہ اور خطبا کی ذمہ داریاں انجام دے رہے ہیں، میں معذرت کے ساتھ یہ عرض کروں گا کہ وہ حادثاتی طور پر امام یا خطیب بنتے ہیں۔ حالات ان کو امام یا خطیب بنا دیتے ہیں، اس لیے کہ وہ کہیں جا نہیں سکتے، کہیں وہ پڑھا نہیں سکتے اور کوئی ذریعہ معاش نہیں ہے۔ ساری زندگی دین پڑھا ہے، اب ظاہر ہے کہ دین کی ہی خدمت کریں گے۔ ان ائمہ وخطبا کو چاہیے کہ جیسے ہمارے اکابر نے ہماری رہنمائی کے لیے لٹریچر لکھ دیا ہے جیسے حضرت تھانوی کا مکمل لٹریچر، اسی طرح حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب قاسمی کے خطبات، ہمارے بزرگ مولانا عبدالرؤف چشتی صاحب، انہوں نے بڑی پیاری کتاب لکھی ہے ''خطیب اور خطابت''، وہ اپنے مطالعے میں رکھیں۔ اس طرح کے لٹریچر جو فنی طور پر ہماری مدد کر سکتے ہیں، وہ اپنے مطالعے میں رکھیں۔ یوں ہماری مانگ اور ہماری قدر میں اضافہ ہوگا۔

تیسرے نمبر پر ہمارے علمی مسائل ہیں۔ ہمارے اکثر علما اور خطبا فارغ التحصیل علما کرام جن میں، میں بھی شامل ہوں، ہم جب مدارس سے نکلتے ہیں تو اپنے مطالعہ اور علمی ترقی کو وہیں پر روک دیتے ہیں اور روایتی طرز کے چند خطبات، کتابیں اور کیسٹیں جو ہماری مرکز نظر ہوتی ہیں، ان کو دیکھ کر ہم اپنے جمعہ کے خطبات تیار کر لیتے ہیں اور اس وقت ہم جہاں پر رہ رہے ہیں، اس دور کے کیا مسائل ہیں؟ عام آدمی کو کون کون سا مسئلہ درپیش ہے؟ وبائیں پھیل رہی ہیں، ڈینگی آ رہا ہے، یہ تو حقائق ہیں۔ ہمارے ہاں مساجد میں عبادات پر تو بہت بات ہوتی ہے، ہونی بھی چاہیے، لیکن معاملات، عقائد، شخصی تعمیر، اخلاقی کردار سازی، نکاح، طلاق، بیوع فاسدہ، خلع اور دیگر فقہی مسائل یہ شاید علماء کرام کے خطبات میں یہ چیزیں شامل نہیں ہوتیں جو ایک المیہ ہے اور شاید یہی وجہ ہے کہ عوام الناس کو وہ رہنمائی بھی نہیں ملتی جس کے وہ خواہش مند ہوتے ہیں۔

میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان تینوں مسائل کے حوالے سے جو میں نے تجاویز پیش کی ہیں اپنے علم کی روشنی میں، اگر ہم اپنے انتظامی مسائل کو دور کرنے کے لیے کمیٹی کے ساتھ باتیں تحریر کر لیں تو وہ تجاویز ہم کو یقینی طور پر فائدہ دے سکتی ہیں۔ معاشی حوالے سے اپنی قابلیت میں اضافہ کریں اور علمی حوالے سے اپنے خطبات کے اندر اپنے دروس کے اندر جدت لے کر آئیں اور جو ایک عام آدمی کے مسائل ہیں، ان کو قرآن وسنت کی روشنی میں لوگوں کے سامنے پیش کریں۔ اس کے علاوہ ایک آخری بات جو علما کرام کو تجویز ہے کہ ہمارے ہاں وسائل کم ہو سکتے ہیں۔ اگر ایک علاقے کے علماء کرام کا آپس میں ربط ہو، ہفتہ میں ایک بار یا مہینے میں ایک بار کھانے کے بہانے یا کسی اور مجلس کے بہانے علماء کرام ایک دوسرے کو ملیں، اپنے مقامی مسائل دوسرے باعتماد ہم خیال لوگوں کے ساتھ شیئر کریں کہ میری انتظامیہ میرے لیے یہ مسئلے پیدا کرتی ہے، جب علما کرام سے رابطہ ہوگا اور مشورے میں برکت ہوگی تو بہت سارے مسائل کا حل آپ کو اپنے گھر سے ملے گا۔ ممکن ہے کہ دوسرے صاحب ان مسائل سے گزر چکے ہوں، اس لیے ضروری ہے کہ

علماء کرام کا آپس کا ربط وتعلق ہی مضبوط بنیادوں پر ہو، ٹانگیں کھینچنے یا حسد کی بنیاد پر نہ ہو، بلکہ اصلاحی ہمارے تعلقات ہونے چاہییں۔ امید ہے کہ میری ان گزارشات کو آپ نے برداشت بھی کیا ہوگا اور کچھ ان میں یقینی طور پر ہمیں رہنمائی کی باتیں بھی ملی ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ پوری زندگی دین مبین کے لیے دین کی استقامت اور تمام مسائل کے حل کے لیے ہمیں وسائل عطا فرمائیں۔ واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

مولانا مفتی فخر الدین عثمانی (مدرس مدرسہ اشرف العلوم، گوجرانوالہ)

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم، اما بعد!

میرے بھائیو اور میرے دوستو!

آپ نے بڑا علمی، تفصیلی اور معلوماتی بیان سنا ہے۔ چونکہ ہم لوگ یہاں پر جمع ہیں، اپنے اپنے تجربات کی روشنی میں تذکرہ کرنا ہے۔ کوئی مسجد کا امام ہے اور کوئی خطیب ہے، مسجد کے ساتھ تعلق ہے، مسائل ہیں اور کچھ کوتاہیاں ہیں۔ بڑی مفید باتیں سامنے آئی ہیں۔ میں اپنے ذہن میں کچھ باتیں سوچ کر آیا تھا، ان کا تذکرہ کروں گا۔ چونکہ انتظامیہ یہاں موجود نہیں ہے، ائمہ وخطبا موجود ہیں، اس لحاظ سے میں اسی پہلو پر تھوڑے وقت کے اندر اپنی گزارشات پیش کروں گا۔

سب سے پہلی بات جس کے بارے میں، میں عرض کرنا چاہ رہا ہوں، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ ائمہ وخطبا جو ہیں، وہ نبیوں کے وارث ہی ہیں۔ انبیا کی کیا ذمہ داریاں ہوتی تھیں؟ انبیاء کرام کن کن شعبوں میں کام کرتے تھے؟ آج ہم نے ایک شعبہ لے لیا، نماز کا، عبادت کا شعبہ لے لیا۔ ائمہ وخطبا کی ایک بڑی کوتاہی کی بات یہ ہے کہ جن کا کسی کالج، اسکول، مدرسے کے ساتھ تعلق نہیں ہے، نماز فجر کے بعد بہت دیر تک سوتے رہتے ہیں۔ گیارہ بارہ بجے سے پہلے ان کو اٹھنا نہیں ہے۔ وہاں لکھا ہے کہ آپ نماز کے وقت خطیب صاحب سے مل سکتے ہیں، یعنی نماز سے پہلے ملنے کا کوئی ٹائم نہیں ہے۔ میرے بھائی! یہ بڑی کوتاہی کی بات ہے۔ علماء کرام انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء کے ہاں اس طرح کا سسٹم نہیں تھا کہ فلاں وقت ملاقات ہے اور فلاں وقت نہیں ہے۔ اپنے اوقات کے بارے میں محاسبہ کریں۔ اوقات ایک بڑا سرمایہ ہیں اور اس وقت کو برباد کر دینا سمجھداری کی بات نہیں ہے۔ سونے جاگنے کے بارے میں ایک نظم بنایا جائے۔

جس طرح میرے بھائی نے کہا کہ ریٹ بڑھانا ہے تو اپنا معیار بڑھاؤ، معیار بڑھے گا تو ریٹ بڑھے گا۔ سونے سے معیار نہیں بڑھتا۔ جو معیار بڑھاتے ہیں، وہ راتوں کو جاگتے ہیں اور محنت کرتے ہیں، اس لیے میں آپ سے گزارش کروں گا اور اپنے آپ سے بھی کہوں گا کہ لمبا سونا دن کے وقت یہ شایان شان نہیں ہے، کوئی اچھی بات نہیں ہے۔ خطبا اور ائمہ حضرات کا اپنے ساتھیوں کے ساتھ خلط ملط ہو جانا، دکھ درد کا ساتھی بن جانا، وہ مقتدی حضرات ائمہ اور خطبا کے بارے میں یہ سمجھیں کہ ہمارے خیر خواہ ہیں، یہ ہمیں بہتر رائے دینے والے مشیر ہیں۔ اس طرح ان کے ساتھ خلط ملط ہو جانا ضروری ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرز زندگی سے کیا پتہ چلتا ہے؟ حضرات صحابہ کرام اسی طرح آپ کے ساتھ خلط ملط تھے، اپنے گھریلو مسائل اسی طرح آپ کے ساتھ شیئر کرتے تھے، اپنے مسائل گھر میں

حل کرنے کی کوشش کرتے تھے اور جب وہ گھر میں حل نہیں ہوتے تو وہ آپ کے سامنے ان کو پیش کرتے تھے۔

مجھے واقعہ یاد ہے کہ ایک صاحب نے آپ کے سامنے اپنے بیٹے کی شکایت کی کہ بیٹے کی شادی کی ہے، وہ رات بھر نفل پڑھتا ہے اور دن میں روزے رکھتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلایا۔ مسلم شریف میں تفصیل ہے۔ آپ نے اس سے کہا کہ بہترین روزہ وہ ہے جو حضرت داؤد علیہ السلام رکھتے تھے اور پھر آپ کا یہ فرمانا کہ ان لنفسك عليك حقا و ان لزوجك عليك حقا۔ تفصیل کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ آج ہمارے پاس کسی مقتدی کی بات آ جائے گی، وہ تذکرہ کر دے گا اور پھر ہم نے چورا ہے میں محلے میں اس کا اشتہار لگا دینا ہے۔ آج ہمارے مقتدی کو اعتماد نہیں ہے۔ وہ یہ سمجھتا ہے کہ اگر میں نے اپنے گھر کی بات خطیب صاحب سے کر دی تو وہ دوسری محفل میں جو لوگ ہوں گے، ان کے سامنے تذکرہ کر دیں گے کہ فلاں صاحب ایسے ہیں اور ان کے گھر کا مسئلہ یا ان کے گھر کی بات ایسے ہے۔

امامت کوئی چھوٹی بات نہیں ہے۔ میں نے ایک جگہ حدیث پڑھی ہے، حوالہ مجھے ابھی یاد نہیں ہے کہ آپ کا ارشاد ہے کہ جتنے مقتدی نماز پڑھیں گے، ان ساروں کا ثواب امام کو ملے گا۔ مقتدی کو اپنی اپنی نماز کا ثواب ملے گا۔ بڑا درجہ ہے، جیسے بھائی نے حدیث پڑھی ہے: الامام ضامن کہ امام ذمہ دار ہے اور ذمہ داری کا تقاضا یہ ہے کہ جو ذمہ داری ہے، اس کو پورا کرے۔ میری اور آپ کی کوتاہی یہ ہے کہ اگر نماز کا وقت دو بجے ہے تو امام صاحب دو بجے پہنچ جائیں گے۔ کسی کی کیا جرات کہ پوچھ لے کہ امام صاحب، ظہر کی سنتیں بھی ادا کی ہیں یا نہیں کیں؟ اور پھر اس کے بعد مقتدی ابھی سنتوں میں مگن ہیں تو امام صاحب نے چھلانگ لگانی ہے، سائیکل پکڑنی ہے اور ٹیوشن سنٹر پہنچ جانا ہے۔ میرے بھائی! یہ بھاگ دوڑ کی نماز، اس کے اندر وہ خشوع وخضوع نہیں رہتا۔ مجھے اپنے استاد کی بات یاد ہے کہ وہ زمانہ تھا کہ جب نفلوں کے لیے بہترین جگہ گھر تھی۔ آج جو پر فتن دور ہے، اس کے لیے بہترین جگہ مسجد ہے۔ امام صاحب کو چاہیے کہ پہلے کے نوافل بھی اور بعد کے نوافل بھی بلکہ سنت مؤکدہ سمیت پوری نماز مسجد کے اندر پڑھے۔ عام ائمہ کے بارے میں مقتدیوں کا یہ خیال ہے کہ یہ سنتیں اور نوافل ادا نہیں کرتے۔ غلط فہمیوں سے اپنے مقتدیوں کو بچانا یہ بھی ذمہ داری ہے۔

پھر حلال اور حرام کے مسائل ہیں، ان کے بارے میں معلومات لینا اور ان معلومات کو اپنے مقتدیوں کے ساتھ شیئر کرنا یہ ذمہ داری ہے۔ ہمارے مقتدیوں کا ان کے بارے میں ذہن نہیں ہے کہ یہ حلال ہے یا حرام ہے۔ جہاں میں امامت کراتا ہوں، وہاں ہمارے ایک دوست ہیں اور سرکاری محکمے میں ہیں اور ایسے محکمے میں جہاں پر بڑا مال جمع کیا جا سکتا ہے، لیکن ایک پائی انہوں نے حرام کی نہیں لی ہے۔ بڑا صاف زمانہ اور بڑی حلال کمائی کو انہوں نے جمع کیا ہے۔

دوسرا یہ ہے کہ امام حضرات کے لیے چاہیے کہ اذان ہو تو وہ مسجد میں ہوں۔ میں رمضان المبارک میں چند نمازیں پڑھاتا ہوں اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ جب امام مقتدیوں سے پہلے جاتا ہے، خشوع وخضوع سے سنتیں و نوافل پہلے ادا کرتا ہے تو اس نماز کا لطف اور مزہ ہی کچھ اور ہے۔ مجھے خود بھی اور مقتدیوں کو الگ مزہ آتا ہے۔ جب بھاگ دوڑ کے ساتھ آدمی پہنچتا ہے اور نماز ادا کرتا ہے اور پھر بھاگ دوڑ میں لگا رہتا ہے تو اس میں نماز کا مزہ بھی نہیں آتا، نہ امام کو آتا ہے اور نہ مقتدیوں کو آتا ہے۔ میرا خیال ہے اور میں اس میں اپنی کوتاہی سمجھتا ہوں اور یہ سمجھتا ہوں کہ مجھے اس

بارے میں کوشش کرنی چاہیے کہ جب نماز پڑھانی ہے اور اذان ہو تو اذان کے قریب قریب آدمی مسجد میں چلا جائے۔ اب ہوتا کیا ہے کہ خادم صاحب کہیں مسجد میں نہیں ہیں۔ امام کہتا ہے کہ میں نے نماز پڑھانی ہے۔ پنکھے چلتے ہیں، نہیں چلتے، صفیں سیدھی ہیں، نہیں سیدھی، مسجد کی موٹر چلی ہے نہیں چلی، وہ کہتا ہے کہ یہ کام خادم کا ہے۔ نہیں، میرے بھائی! مسجد میں جتنے لوگ ہیں، سب خادم ہیں۔ خطیب ہو، امام ہو، خادم ہو، یہ سارے خادم ہیں۔ جو منصب کے لحاظ سے بڑا ہے، اس کی ذمہ داریاں زیادہ ہیں۔ جو لوگوں کے کہنے سے پہلے جو مسجد کی ضرورت ہے، اس کا خیال رکھے۔ پنکھا چلانا ہے، موٹر چلانی ہے یا صفیں درست کرنی ہیں، ان سب چیزوں کا خیال رکھے اور جو بعد والے نوافل ہیں، ان کا بھی اہتمام کرے۔ اگر کوئی مقتدی کسی وقت کوئی کڑوی بات کہہ دے تو یہ مزاج کا جیسا بھی ہو، اس کی بات کو بردباری کے ساتھ برداشت کرے، اس لیے کہ یہ امام کی ذمہ داریوں کے اندر ہے۔ اگر لوگوں کا معاملہ یا رویہ اس کے ساتھ اچھا نہ بھی ہو تو اس کو چاہیے کہ اپنے مقتدیوں کے معاملہ اچھے طریقے کے ساتھ اخلاقی پہلوؤں کو اور اخلاقی قدروں کا لحاظ رکھتے ہوئے ان کے ساتھ معاملہ کرے۔

جس طرح کہ مولانا صاحب نے کہا کہ غمی، خوشی کے جو معاملات ہیں، ان کے اندر شرکت کرنی چاہیے، لیکن خوشی کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اسٹیج کے ایک طرف مرد بیٹھے ہیں اور ایک طرف عورتیں بیٹھی ہیں۔ معاف فرمانا، لاہور کینٹ میں ایک ہی جگہ عورتیں بھی موجود ہیں اور مرد بھی۔ ہمارے خطیب صاحب نے کہا تھا لاہور سے آئے تھے کہ خوشی میں شامل ہونا۔ امامت اور خطابت کے کچھ تقاضے ایسے بھی ہیں کہ ایسے خوشیوں کے موقع پر ہم کو اپنے آپ کو بچانا ہوگا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے بھی اور سب کو بھی جو ضامن کی ذمہ داری بنتی ہے، وہ احسن طریقے سے پوری کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

جو امام صاحب ہیں، وہ تو نماز میں پہنچ جائیں گے۔ اب جس جگہ پر ایک امام اور ایک خطیب ہے، آپ دیکھیں گے کہ خطیب صاحب سب سے آخر والی صف کے اندر ہوں گے، کیونکہ انہوں نے نماز نہیں پڑھانی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم پر اور بھی ذمہ داریاں ہیں۔ سب سے آخری صف میں خطیب صاحب اور مفتی صاحب ہوں گے، اس لیے کہ انہوں نے امامت نہیں کرانی۔ یہ ہماری کوتاہیاں ہیں اور ہمیں ان کوتاہیوں کا محاسبہ کرنا چاہیے۔ ہمارے معاشرتی معاملات بڑے غلط ہیں۔ کہیں عزیز داری ہے اور کہیں رشتہ داری ہے، اگر کہیں کسی کے ساتھ اختلاف ہے تو ایسے اڑ گئے کہ کوئی لچک نہیں ہے۔ کسی کو سمجھانا یا سمجھنا تو اپنے دنیاوی لحاظ سے معاملات ہیں۔ ایک مولوی کو سمجھانا اور ایک مولوی کو سمجھنا بڑا مشکل مرحلہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علماء نبیوں کے وارث ہیں۔ آپ بہترین معلم تھے، آپ بڑے مہربان اور رحیم تھے۔ آپ نے وہ واقعہ تو سنا ہوگا کہ مسجد میں کسی نے پیشاب کر دیا تو آپ نے نہ مارا نہ پیٹا اور نہ ہی اس کو ڈانٹا اور نہ ہی سختی کی، بلکہ پیار اور محبت کے ساتھ اسے سمجھا دیا اور مسجد کی صفائی کرا دی۔ اسی طرح جو مسجد کے مسائل ہیں، ان کو احسن طریقے سے پورا کریں۔ مختلف مزاج کے لوگ ہیں۔ جن کی کہیں نہیں چلتی، وہ مسجد میں اپنی چلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ احسن طریقے کے ساتھ ان کی جنگ اور ان کے فتنے سے اپنے دامن کو بچا کر اپنے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اس کو بڑی عبادت سمجھ کر اور بڑی ذمہ داری سمجھ کر ادا کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کوتاہیوں کی اصلاح کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان ذمہ داریوں کو قبول ومنظور فرمائے۔ (جاری)